بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا
وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ
بِالطَّیِّبِ ۠ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۝

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پیدا کیا اسی سے جوڑا اس کا اور پھیلا دیے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں (کثیر تعداد میں) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے (اپنے حقوق) مانگتے ہو اور (ڈرو) رحموں (کے قطع کرنے سے یعنی رشتے ناطے توڑنے سے بچو) بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگہبان ہے ٭ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (۴/ ۱ تا ۲)

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے تقویٰ کا حکم دیتا ہے کہ جس سے اسی ایک کی ہی عبادتیں کی جائیں اور دل میں صرف اسی کا خوف رکھا جائے پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے ان کی بیوی یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو بھی انہی سے پیدا کیا آپ سوئے ہوئے تھے کہ بائیں طرف کی پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا کیا آپ نے بیدار ہو کر انہیں دیکھا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف راغب پایا اور انہیں بھی ان سے انس پیدا ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں عورت مرد سے پیدا ہوئی اس لئے اس کی حاجت مرد میں رکھی گئی ہے اور مرد زمین سے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ان کی حاجت زمین میں رکھی گئی ہے پس تم اپنی عورتوں کو روکے رکھو۔ صحیح حدیث میں ہے عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے بلند پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے پس اگر تم ایک دم سے سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس میں کچھ کجی باقی چھوڑتے ہوئے فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو پھر فرمایا ان دونوں سے یعنی حضرت آدم و حواؑ سے بہت سے انسان مرد و عورت چاروں طرف دنیا میں پھیلا دیے جن کی قسمیں صفتیں رنگ روپ بول چال میں بہت کچھ اختلاف ہے جس طرح یہ سب پہلے اللہ کے قبضہ میں تھے اور پھر انہیں اس نے ادھر ادھر پھیلا دیا ایک وقت ان سب کو سمیٹ کر پھر اپنے قبضہ میں کر کے ایک میدان میں جمع کرے گا پس اللہ سے ڈرتے رہو اس کی اطاعت بجا لاتے رہو۔ اسی اللہ کے واسطے سے اور اسی کے پاک نام پر تم آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے ہو مثلاً یہ کہنا کہ میں تجھے اللہ کو یاد دلا کر اور رشتے کو یاد دلا کر یوں کہتا ہوں، اسی کے نام کی قسمیں کھاتے ہو اور عہد و پیمان مضبوط کرتے ہو اللہ سے ڈر کر رشتوں ناطوں کی حفاظت کرو انہیں توڑو نہیں بلکہ جوڑو صلہ رحمی نیکی اور سلوک آپس میں کرتے رہو ارحام بھی ایک قراءت میں ہے یعنی اللہ کے نام پر اور رشتے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال اور اعمال پر مطلع ہے خوب دیکھ بھال رہا ہے

مطلب یہ ہے کہ اس کمالِ طاقت کو جو تم سب پر اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پر قدرت ہے بیان فرمایا تاکہ تم سب ایک ہی ماں باپ کے ہو ایک دوسرے پر شفقت کیا کرو کمزور اور ناتوانوں کا ساتھ دو اور ان کے ساتھ سلوک کرو (تفسیر ابن کثیر)

۲۔ یتیم کے معنی تنہا ہو جانا۔ چونکہ باپ کے مرنے سے بیٹا تنہا رہ جاتا ہے اس لیے اس کو یتیم کہتے ہیں اور اسی لیے دُرِ یکتا کو دُرِ یتیم کہتے ہیں لغوی معنی کے لحاظ سے جس کا باپ مر جائے اس کو یتیم کہا جائے گا خواہ وہ لڑکا ہو یا خواہ جوان مگر عرف میں جب کہ لڑکا بالغ ہو جاوے اور بجائے سرپرست کے خود اپنے کاروبار کرنے لگے تب اس پر یہ لفظ نہ بولا جائے گا * اس آیت میں تین حکم ہیں پہلا یہ کہ یتیموں کو جب کہ وہ ہوشیار ہو جائیں ان کا مال و اسباب جو ان کے ولی سرپرستوں کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کر دینا چاہیے دوسرا یہ کہ ان کے اچھے مال و اسباب کو اپنے برے مال و اسباب سے بدلا نہ کیا کرو۔ یہ بات ہوتی ہے کہ جب تک یتیم کا مال تفویض کر کے رکھا جاتا ہے تو اسباب کی فہرست لی ہوتی ہے مگر اس یتیم کا دوسرا اسباب اس کی جگہ ولی بدل کر دے سکتا ہے مثلاً یتیم کی ایک تلوار بھی تفویض میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہے جو قیمت والی تھی ولی نے اس کی جگہ اپنی دو روپیہ کی تلوار رکھ دی سو اس بات سے خدا تعالیٰ نے منع کیا کیونکہ قانونِ عدالت اس کا کافی بندوبست نہیں کر سکتا یہ دیانت پر موقوف ہے تیسرا یہ کہ اپنے مال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر نہ کھا جایا کرو مثلاً یتیم کے لئے اس کے مال میں سے کھانا پکایا تو اس میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اس قدر زیادہ پکایا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو دراصل یتیم کے لئے پاؤ بھر کافی تھا دو سیر اس کے مال میں سے اور سیر بھر اپنے مال میں سے نکال کر پکایا یہ بھی ایک صورت ہے باہم یتیم اور ولی میں ہوتی ہے اور اس کی گرفت بجز ولی کے قانون نہ تھا سو جو اس کا مرتکب ہو آخر پھر کیا علاج ہے۔ اس لئے اس سے منع کیا اور دیانت کا حکم دیا۔ (یتیم کے مال میں بددیانتی کرنے) یہ بڑے گناہ کی بات ہے (تفسیر حقانی)

خلاصہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں (صحیحین) حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حوا کو آدمؑ کی سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ "آدم جب سو رہے تھے تو حوا کو ان سے پیدا کیا گیا پھر وہ بیدار ہوئے" حضرت آدمؑ اور حضرت حوا سے پھیلایا بہت مردوں اور بہت عورتوں کو۔ تمام لوگوں کو ایک شخص کی نسل سے پیدا کرنا بلکہ اس کی بیوی کو بھی اسی سے تخلیق فرمانا اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ اس کی عظیم الشان نعمت بھی ہے قدرت و احسان کا تقاضا ہے کہ اس سے خوف کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ یہ تمہید ہے آئندہ حکموں کی ایک رشتہ داروں کو جوڑنے کا حکم اور دوسرا حقوق العباد کو ادا کرنے کا حکم * حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رحم عرش سے آویختہ ہے اور کہہ رہا ہے آگاہ رہو جو مجھے جوڑے رکھے اللہ اس کو (رحمت سے) جوڑا رکھے اور جو مجھے کاٹ دے اللہ اس کو (رحمت سے) کاٹ دے" (متفق علیہ)

(مرادی ترجمہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم نے کھڑے ہو کر اللہ کا دامن پکڑ لیا (اللہ عزوجل کا)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ٹھہر جا" رحم نے عرض کیا یہ مقام اس کا ہے جو کاٹے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا
کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے رکھے میں اس (سے تعلق) کو جوڑے رکھوں اور جو تجھے کاٹ دے
میں اس (سے تعلق) کو کاٹ دوں۔ رحم نے کہا بے شک میرے رب (میں اس پر راضی ہوں) اللہ تعالیٰ نے
فرمایا تو یونہی ہوگا (بخاری و مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہؓ) متفق علیہ۔ عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا (رحم کو) جوڑنے والا وہ نہیں جو برابر بدلہ کرنے والا ہو جبکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ اگر اس سے رشتہ
منقطع کیا جائے تب بھی وہ جوڑے رکھے (بخاری) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (متفق علیہ)
فرمایا "جو پسند کرتا ہو کہ اس کے رزق میں کشائش کی جائے اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنی چاہیے۔"

* بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے احوال سے پوری طرح باخبر اور نگران ہے لہٰذا تم اس کی طرف سے غافل نہ ہو۔ بحوالہ ظلال

* ایک غطفانی آدمی کے پاس اس کے یتیم بھتیجے کا بہت مال تھا جب یتیم بالغ ہو گیا تو اس نے چچا سے
اپنا مال طلب کیا چچا نے دینے سے انکار کر دیا دونوں جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی * یتیم جب بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دیا جائے
خبیث سے گھٹیا چیزیں اور طیب سے عمدہ چیزیں مراد ہیں * یتیم یعنی بن باپ کے بچوں اور بچیوں کا مسئلہ
نہایت اہم اور نازک ہے اس آیت میں قرآن حکیم نے اس بارے میں ہدایتیں دی ہیں

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ
وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ
أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ
مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ
لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

اور اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو خواہ دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے پھر اگر (متعدد بیویوں میں) تم کو اس بات کا خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی (بس کرو) یا کنیزیں جو تمہارے ملک میں ہوں یہی (بس کرو) (کیونکہ) ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ عمدہ بات ہے * اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو پھر اگر وہ اس میں سے خوشی خاطر تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو اس کو شوق سے کھاؤ (پیو) * اور تم اپنے مال کو کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے گزارہ بنایا ہے ناداروں کو نہ دو (ہاں) ان میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے اچھی بات کہو (۴/۳ تا ۵)

سو۔ فرمایا کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لئے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر میں رکھ لو اس سے باز رہو اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی جس کی پرورش میں وہ تھی اس نے صرف اس کے مال کے لالچ میں بغیر اس کا پورا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن شہاب نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا بھانجے! یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال و جمال اچھا لگتا ہے چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے لیکن جو مہر وغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے اتنا یہ نہیں دیتا تو اسے منع کیا جا رہا ہے کہ پھر یہ اس کا خیال چھوڑ دے اور دوسری عورت سے جس سے چاہے اپنا نکاح کرے * بلکہ ایک کے بجائے دو سے تین سے حتیٰ کہ چار عورتوں تک سے تم نکاح کر سکتے ہو بشرطیکہ ان کے درمیان انصاف کے تقاضے پورے کر سکو ورنہ ایک سے ہی نکاح کرو یا اس کے بجائے کنیز پہ گزارا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان مرد (اگر وہ ضرورت مند ہو) تو چار عورتیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے لیکن اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی مزید صراحت اور تحدید کر دی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے * تمام امت کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں اکٹھی کر لئے جائز نہیں سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آپ کے

خصائص میں سے ہے ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص اسلام لائے ان کی آٹھ بیبیاں تھیں حضورؐ نے فرمایا ان میں سے چار رکھنا ترمذی کی حدیث میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیبیاں تھیں وہ ساتھ مسلمان ہوئیں حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان میں سے چار رکھو۔ (تفسیر صدرالافاضل برحاشیہ کنزالایمان)

۴۔ اور بیویوں کو ان کے مہر دو خوشی خاطر اور رغبت نفس سے پھر اگر عورتیں کچھ مہر تم کو بخش دیں خوشی خاطر سے بغیر زور زبردستی کے تو اس کو لے لو اور کھاؤ کہ تم کو حلال ہے اور اس کا انجام اچھا ہے آخرت میں اس کا تم کو کچھ نقصان اور وبال نہیں (جو لوگ اس کو برا جانتے تھے ان کے رد کرنے کو یہ حکم آیا)۔ (جلالین)

۵۔ اس آیت میں تین حکم بیان ہوئے یہ کہ یتیم اگر سفیہ یعنی بے وقوف ہو اس کو مال کی حفاظت اور تجارت کا طریقہ نہ آتا ہو اور اس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ اڑا دے گا تو اس کے اس کا وہ مال حوالہ نہ کرو جو تمہاری تشکیل میں ہے (اموالکم کے یہی معنی ہیں) اور اس مال میں تمہاری معاش ہے (مالوں میں تمہارا گزارہ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ یتیم کا اس سے گزر اوقات ہے تمہارے کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یتیم بھی کوئی غیر نہیں اس کا گزارہ تمہارا ہی گزارہ ہے)۔ دوسرا یہ کہ جب تک مال ان کے سپرد نہ کئے جائیں تو ان کو ان کے مال میں سے یا اس کے نفع میں سے جو تجارت سے مال حاصل ہو کھانا اور کپڑا دینا چاہئے۔ تیسرا یہ کہ مال نہ دینے سے عادتاً ان کو رنج ہوتا ہے تو ان سے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرو کہ یہ تمہارا ہی مال ہے ہم اس کے نگہبان ہیں آخر کو مل جاوے گا۔ یا یہ مراد کہ ان بے وقوفوں کو اچھی باتوں کی تعلیم کرو اس میں یتیموں پر نہایت شفقت ہے سفاہت کم عقلی اور حماقت کو کہتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

خلاصہ: جب تمہیں اندیشہ ہو کہ ان یتیم بے سہارا بچیوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کر سکو گے تو ان کے ساتھ نکاح نہ کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں چار تک نکاح کر سکتے ہو ✱ (علم) چونکہ یتیم لڑکیاں بے بس ہوتی ہیں ان کا کوئی حامی نہیں ہوتا لہٰذا اگر تم کو ان کی حق تلفی کا اندیشہ ہو اور عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو جو پسند خاطر ہو اس سے نکاح کرو خواہ وہ یتیمہ ہو (علم) کہیں کہ تمہارا طبعی میلان ان کے حقوق کا محافظ ہو جائے گا اور شکوہ کی طرف میلان اتر سکا۔ زنا سے بھی روک دے گا چونکہ مرغوبات کا وجود زیادہ نہیں ہوتا اس لئے یہ کہنا بھی مناسب ہے کہ چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح نہ کرو (ورنہ محرمات بھی مرغوبات نہیں رہیں گے اور رغبت طبعیت کی اعراض سے بدل جائے گی) مظ ✱ اگر تمہاری بیویاں بخوشی خاطر سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ تمہیں واپس دے دیں یا معاف کر دیں تو تم خوشی سے وصول کر لو کہ وہ تمہارے لئے حلال بھی ہے طیب بھی بشرطیکہ عطیہ یا معافی خوش دلی سے ہو نہ کہ جبر و اکراہ سے۔ ن ✱ سیاق میں سفہاء سے مراد وہ یتیم ہیں جو گو عمر کے لحاظ سے بالغ ہو چکے ہیں لیکن صرف مال کا سلیقہ ان میں پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ بے تکلف اور بے تحاشا اسراف میں مشغول رہتے ہیں ✱ یہاں سفہ سے کسی معصیت یا جرم کی طرف اشارہ کرنا نہیں

بلکہ محض ان لوگوں کی انتظامی نااہلیت کا اظہار مقصود ہے۔ اموالکم مراد اس مال سے ہے جو یتیموں کی ملک ہے لیکن فی الحال سرپرستوں کی ولایت میں ہے۔ ص ۳۴۳

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا
اِلَيْھِمْ اَمْوَالَھُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْھَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ
غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ
اِلَيْھِمْ اَمْوَالَھُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْھِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ لِلرِّجَالِ
نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَاِذَا
حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر) کو پس اگر محسوس کرو تم ان میں دانائی تو لوٹا دو انہیں ان کے مال اور نہ کھاؤ انہیں فضول خرچی سے اور جلدی جلدی اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جو سرپرست غنی ہو تو اسے چاہیے کہ (یتیموں کے مال سے) پرہیز کرے اور جو سرپرست فقیر ہو تو وہ کھائے مناسب مقدار سے پھر جب لوٹا دو تم ان کی طرف ان کے مال تو گواہ بنا لو ان پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا* مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے* اور جب حاضر ہوں (ورثہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار یتیم بچے اور مسکین تو دو انہیں بھی اس سے اور کہو ان سے اچھی بات۔ (۴/ ۶ تا ۸)

۲۔ فرمایا یتیموں کی دیکھ بھال رکھو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائیں۔ یہاں نکاح سے مراد بلوغت ہے اور بلوغت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اسے خاص قسم کے خواب آنے لگیں (یعنی احتلام ہونے لگے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان محفوظ ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور نہ چپ رہنا ہے (یعنی اب معاملات میں خاموش رہنا اس کی علامت نہ ہوتی بلکہ کھل کر بات کرنا ہوتا یا (ابو داؤد) سارے دن رات تک دوسری حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے بچے سے جب تک بالغ نہ ہو سوتے سے جب تک جاگ نہ جائے اور مجنون سے جب تک ہوش نہ آجائے پس ایک تو علامت بلوغ یہ ہے دوسری علامت بلوغ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ہو جائے * پھر فرمایا ہے جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہیے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضرورت حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے چاہیے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے مثل مردار اور بہے ہوئے خون کے یہ مال اس پر حرام محض ہے۔ ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بے شک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق لے اور حسب حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے * پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کو سپرد کرو تا کہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے۔ پس تو

دراصل سمجھانا یہ ہے کہ اعتراف اور مکمل حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی،
آیا خرد برد کیا یا جو دیا کیا جھوٹا حساب لکھا اور یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت ہی ایمانداری اور صفائی سے اس کے
مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی کو ہے وہ اپنا ثواب و عقاب دے گا (تفسیر ابن کثیر)

۷۔ اہل جاہلیت یعنی کفار مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ عورتوں اور بچوں کو میراث نہ ملنی چاہئے اس کو رد کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے
یہ حکم بھیجا لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ الخ اولاد اور رشتہ داروں کو حصہ پہنچتا ہے اس میں سے جو ان کے ماں باپ اور رشتہ دار
مرنے کے بعد مال چھوڑ گئے اور عورتوں کو بھی حصہ پہنچتا ہے جو ان کے ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ گئے وہ مال جو تھوڑا
تھوڑا ہو یا بہت حق کا حصہ اس میں حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ان کو دینا چاہئے ۔ (جلالین)

۸۔ بعض عزیز و اقارب بعید بسبب وارث قریب کے میراث سے محروم ہو جاتے ہیں اور مال کی تقسیم کے وقت فقیر اور
یتیم بھی آ نکلتے ہیں سو ایسی حالت میں ان کا بالکل محروم ہو جانا ان کے لئے تو نہ جگر خراش ہے اس لئے حکم دیا کہ
جب تقسیم کے وقت اقارب محروم الارث یا یتیم اور فقیر آ نکلیں تو کچھ اس میں سے ان کو بھی دے دو اور نرم بات
کہہ کر ٹالو۔ یہ مثلاً وارثوں کا حق ہے کہ جو میت سے زیادہ شفیق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے
گا۔ ان لوگوں کو میراث میں سے کچھ دینا امر استحبابی ہے فرض واجب نہیں ۔ (تفسیر حقانی)

خلاصہ : بلوغ کی عمر حنفیہ کے ہاں لڑکے کے لئے ۱۸ سال اور لڑکی کے لئے ۱۷ سال رکھی گئی ہے * یتامیٰ کو بالغ ہونے سے پہلے
ان کی آزمائش انتظامی معاملات میں ہوشیاری اور تمیز داری کر لیں * یتیم اگر بالغ ہو جائے اور انتظامی صلاحیت اور سلیقہ
شعاری رکھتا ہو تو اس کا مال بلاتامل اس کے واپس کر دیا جائے گا * حد کبر میں داخل ہونے کی عمر امام ابوحنیفہؒ کے یہاں
۲۵ سال کی ہے * بِدَارًا یعنی جلدی کرنا * بالمعروف یعنی اتنا حصہ جتنا اس معاشرہ میں متعارف ہو *
للرجال نصیب ..... وللنساء نصیب یعنی حق میراث مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں پہنچتا ہے *
اولوا القربیٰ ایسے عزیز مراد ہیں جن کا میراث میں کوئی حق نہیں * یتیموں کی جانچ کر لینا یعنی بالغ ہونے سے پہلے
یتیموں کی عقل کی جانچ کر لو تھوڑا سا مال ان کے قبضہ میں دے کر دیکھو کہ وہ کس طرح اس میں تصرف کرتے ہیں اگر وہ ہشیار
ہوں تو رشد میں ان کی ہوشیاری ظاہر ہو جاتی ہے * صلاح دینی ، حفاظت مال اور مال کو ترقی دینے کی
تدبیروں کا علم "رشد" سے مراد ہے * سرف یعنی ہر فعل میں حد سے تجاوز کرنا * یتیموں کے سرپرستوں کو تاکید
ہو رہی ہے کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ (خدانخواستہ اگر ایسی ضرورت ہے) زیادہ جلدی جلدی اس اندیشہ سے کہ وہ
بڑے ہو جائیں گے اور اپنا مال تم سے لے لیں گے اور جو مالدار ہو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے یتیم کا مال
بالکل نہ لے تھوڑا نہ بہت اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے * (یتیموں کے بالغ ہونے اور اپنی
ہوشیار ہونے تک ہے) جب تم ان کا مال ان کو دو تو دیتے وقت شاہد بنا لو یہ حکم استحبابی ہے واجب نہیں *
اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے * ولی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے حقیقت معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے

والدین اور (باہم وارث ہونے والے) نزدیکی رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے
ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ * وارثوں کے حصے قطعی اور واجب فرما دیے گئے ہیں * تقسیم میراث کے وقت (دور کے
غیر مستحق) رشتہ دار اور یتیم اور مسکین تو ترکے سے یا تقسیم سے ان کو بھی بطور خیرات کچھ دیا دو * یہ رواج
تھا کہ اکثر نوٹ تابوت، برتن، پرانے کپڑے اور وہ سامان جس کو آپس میں تقسیم کرنے سے شرم آتی تھی
دے دیا کرتے تھے * اس میں عذر جمیل وعدہ حسنہ اور دعائے خیر سب داخل ہیں اس آیت (۸/۴) میں میت
کے ترکہ سے غیر وارث رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کو کچھ بطور صدقہ دینے اور قول معروف کہنے کا حکم
دیا۔ زمانہ صحابہ میں اس پر عمل تھا محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے والد نے تقسیم میراث کے وقت ایک بکری ذبح
کرا کے کھانا پکایا اور رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کو کھلایا اور یہ آیت پڑھی۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ
وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي
بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ
حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ
وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن
كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن
كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَ
أَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ۴/۹تا۱۱

اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں، تو ان کی انھیں (کیسی) فکر ہو؟ بس چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور بات بھلی کہیں * بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا لیتے ہیں، وہ بس اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے * اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے مرد (کا حصہ) دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دو سے زائد عورتیں (ہی) ہوں تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو مورث چھوڑ گیا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے نصف (حصہ) ہے اور مورث کے والدین یعنی ان دونوں میں ہر ایک کے لئے اس (مال) کا چھٹا حصہ ہے جو وہ چھوڑ گیا ہے، بشرطیکہ مورث کے کوئی اولاد ہو اور اگر مورث کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے لیکن اگر مورث کے بھائی (بہن) ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے وصیت نکالنے کے بعد کہ مورث اس کی وصیت کر جائے یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں کہ تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے نفع پہنچانے میں تم سے قریب تر کون ہے، یہ سب اللہ کی طرف سے مقرر ہے بے شک اللہ ہی علم والا ہے حکمت والا ہے۔ (۴/۹تا۱۱)

۹۔ ایک شخص اپنی موت کے وقت وصیت کر رہا ہے اور اس میں اپنے وارثوں کو ضرر پہنچا رہا ہے تو اس وصیت کو سننے والے کو چاہیئے کہ اللہ کا خوف کرے اور اسے ٹھیک بات کی رہنمائی کرے اور اس کے وارثوں کے لئے ایسی بھلائی چاہے جیسے اپنے وارثوں کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے جب کہ ان کی بربادی اور تباہی کا خوف ہو صحیحین میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس ان کی بیماری کے زمانہ میں ان کی عیادت کو گئے اور حضرت سعدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور میری صرف ایک ہی لڑکی

میرے پیچھے ہیں تو اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے مال کی دو تہائیاں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں" آپ نے فرمایا "نہیں" انھوں نے کہا "اچھا آدھے کی تو اجازت دیجیے" آپ نے فرمایا "نہیں" کہا "پھر ایک تہائی کی اجازت دیجیے" آپ نے فرمایا "خیر لیکن یہ بھی زیادہ ہے تو اگر اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو تونگر چھوڑ کر جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو انھیں فقیر چھوڑ کر جائے کہ وہ ہاتھ پھیلاتے پھریں" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لوگ ایک تہائی سے بھی کم یعنی چوتھائی کی ہی وصیت کریں تو اچھا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی کو بھی زیادہ فرمایا ہے" فقہا فرماتے ہیں کہ اگر میت کے وارث امیر ہوں تب تو خیر تہائی کی وصیت کرنا مستحب ہے اور اگر فقیر ہوں تو مستحب ہے کہ اس سے کم کی وصیت کریں۔ دوسرا مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم یتیموں کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چھوٹی اولاد کا تمہارے مرنے کے بعد لوگ خیال رکھیں جس طرح تم نہیں چاہتے کہ ان کے مال دوسرے ظلم سے کھا جائیں اور وہ بالغ ہو کر فقیر رہ جائیں اسی طرح تم دوسروں کی اولادوں کے مال نہ کھا جاؤ۔ یہ مطلب بھی بہت عمدہ ہے اسی لئے اس کے بعد ہی یتیموں کا مال ناحق مار لینے والوں کی سزا بیان فرمائی (تفسیر ابن کثیر)

۱۰۔ بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں یعنی کہ انجام اس کا آگ ہی ہے اور وہ عنقریب آگ میں پڑ کر جلیں گے۔ (جلالین)

آگ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ظالم نے جس قدر یتیم کا مال ناحق پیٹ میں بھرا ہے آخرت میں آگ ہو جاوے گا تو گویا یہ اس کا سبب ہے تو جو پیٹ میں کھاتے ہیں مگر فی بطونہم کے آنے سے تاکید ہوگئی جیسا کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں "میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا" حالانکہ غیر کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھتا صرف تاکید مراد ہے (تفسیر عثمانی)

۱۱۔ وراثت کے تین اسباب مقرر ہوئے۔ نسب، نکاح، ولاء یعنی غلام کو آزاد کرنا کہ یہ مولا غلام کا وارث ہوتا ہے اور غلام مولا کا۔ باقی تمام اسباب منسوخ ہوگئے۔ اس آیت میں نسبی وراثت کا ذکر ہے اگلی آیت میں نکاح کی وراثت کا۔ یہ آیت ان تمام آیات کی ناسخ ہے جن میں وراثت کے دوسرے اسباب کا ذکر ہے۔ نسبی وراثت میں اولاد کا ذکر پہلے ہوا کہ اولاد سے محبت بھی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے رشتہ بھی قوی تر مانا جاتا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! اب تک جو ہو چکا وہ ہو چکا اب تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے متروکہ مال سے اپنی اولاد کو اس طرح وارث بناؤ کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ دو یعنی بیٹے کا حصہ دوہرا ہے اور بیٹی کا اکہرا یہ اس صورت میں ہے جب کہ میت کی بیٹی بیٹا دونوں ہوں لیکن اگر اس نے بیٹا کوئی نہیں چھوڑا صرف بیٹی ہی چھوڑی ہے تو اگر ایک چھوڑی ہے تو اسے سارے مال کا آدھا ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ چھوڑیں دو یا تین تو مال کا دو تہائی۔ یہ اولاد چھوٹی ہو یا بڑی، عاقل ہو یا دیوانی بہر حال میراث سے یہ حصہ پائے گی اس ضمن میں چند اہم مسائل (منتخبی) یہ ہیں ● میت کے مال کو اس طرح خرچ کیا جائے گا کہ پہلے اس کے مال سے اس کا کفن دفن، پھر ادائے قرض پھر بقیہ مال کی تہائی سے اس کی وصیتوں کا اجراء پھر تقسیم میراث

● میت کے وارث کل دس (اقسام) مرد اور سات (اقسام) عورتیں ہیں۔ مردوں میں بیٹا، پوتا، باپ دادا، ہر قسم کا بھائی، بھتیجا، چچا حقیقی یا علاتی، چچا کے بیٹے، خاوند، آزاد کرنے والا مولیٰ داخل ہیں اور عورتوں میں بیٹی، پوتی، ماں، دادی، نانی، بہن، بیوی، آزاد کرنے والی مولاۃ شامل ہیں ان کے علاوہ باقی رشتہ دار ذوی الارحام ہوں گے جیسے ماموں، خالہ، بھتیجی، پھوپھی وغیرہ ● تین چیزیں وارث کو میراث سے محروم کر دیتی ہیں۔ قتل، اختلاف دین، غلامیت چنانچہ (۱) قاتل وارث مقتول کی میراث نہیں پاتا اسی طرح (۲) مومن و کافر رشتہ دار آپس میں وارث نہیں ہوتے یعنی کافر ایک دوسرے کے وارث ہوں گے جیسے یہودی عیسائی کا اور عیسائی یہودی کا اور دیگر کفار کا (۳) غلام کسی عزیز کا وارث نہیں ● قرآن کریم میں ذوی فروض وارثوں کے کل چھ حصے مقرر ہیں۔ آدھا، چوتھائی، آٹھواں، دو تہائی، ایک تہائی اور چھٹا حصہ ● ساری امت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مستحق کا قریبی رشتہ دار دور والے کو محروم کر دیتا ہے چنانچہ باپ دادا کو محروم کر دیتا ہے بیٹا پوتی پوتوں کو اسے عرف میں حجب کہتے ہیں * ماں باپ کے تین حال ہیں اگر میت نے ماں باپ کے ساتھ اپنی یا اپنے بیٹے کی کوئی اولاد چھوڑی ہو بیٹا یا بیٹی یا دونوں تو ماں باپ دونوں ذوی فروض ہوں گے کہ ماں کو کل متروکہ مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باپ کو بھی، باقی مال عصبات وغیرہم کا ہوگا۔ دوسرا حال یہ ہے کہ میت نے ماں باپ کے ساتھ نہ اولاد چھوڑی نہ ایک سے زیادہ بھائی بہن اس صورت میں ماں ذوی فروض ہے اور اس کا حصہ کل مال کا تہائی اور باپ محض عصبہ کہ ذوی فروض ورثاء سے بچا ہوا مال ملے گا تیسرا حال یہ ہے کہ میت نے ماں باپ کے ساتھ اولاد تو نہ چھوڑی مگر ایک سے زیادہ بھائی بہن چھوڑے اس صورت میں بھی ماں ذوی فروض ہے اور باپ عصبہ مگر اب ماں کی میراث چھٹا حصہ ہوگی باقی ذوی فروض سے بچا ہوا سارا مال باپ کو ملے گا۔ خیال رہے کہ اصول و فروع کے یہ حصے میت کی جائز وصیت اور ثابت شدہ قرض ادا کرنے کے بعد ہوں گے اس طرح کہ کفن دفن کے خرچ کے بعد کل مال سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا پھر بقیہ کی تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی پھر تقسیم میراث۔ میراث کے حصوں کا مقرر تم محض اپنی عقل سے نہیں کر سکتے * یہ سارے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اور طے شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور حکیم بھی اس کے ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہیں (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھا سلوک کریں جیسا اپنے ان کمزور بچوں کے ساتھ لوگوں سے سلوک کروانا پسند کرتے ہیں جو ان کے پیچھے رہ جائیں۔ وصیت کرنے والوں کو حکم ہے کہ وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ کمزور وارث کہیں تباہ نہ ہو جائیں وصیت میں حد سے تجاوز نہ کریں ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ کریں تاکہ ورثہ محروم نہ رہ جائیں۔ سرپرست یتیموں سے شفقت و مہربانی سے بات کریں *

جو لوگ یتیموں کا مال بیجا طور پر کھاتے ہیں بس وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے یعنی ایسی چیز پیٹ میں بھرتے ہیں جو ان کو کھینچ کر دوزخ میں لے جائے گی۔ مرثد بن زید غطفانی نے جب اپنے یتیم بھتیجے کا مال کھا لیا تو یہ آیت نازل ہوئی *

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اگر لڑکا اور لڑکی دونوں قسمیں موجود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دو یا زیادہ لڑکیاں ہوں اور ایک لڑکا ہو یا ایک سے زیادہ لڑکے اور ایک لڑکی ہو تو ہر لڑکی سے ہر لڑکے کا حصہ دوگنا ہوگا۔ اگر اولاد مونث ہو (اور) دو سے زائد (ہوں) تو ان کے لئے میت کے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر بیٹی ایک ہی ہو تو اس کے لئے (کل ترکہ کا) آدھا حصہ ہے اور میت کے ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ترکہ کا چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کی کوئی اولاد ہو۔ اگر میت کی کوئی صلبی اولاد نہ ہو نہ پوتا ہو تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا پس اگر میت کے بھائی (بہن) ہوں خواہ حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی تو میت کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے بعد اس وصیت کے جو مرنے والا کر جائے اور ادائے قرض کے بعد اگر میت پر کچھ قرض ہو * تم کو نہیں معلوم کہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے تمہارے اصول زیادہ مفید ہوں گے یا فروع * یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کر دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ بڑے علم و حکمت والا ہے یعنی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور میراث وغیرہ کے احکام جو فرض کئے ہیں وہ پر حکمت ہیں۔ (م)

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ
مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ
كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن
كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ
وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ
وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ
نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ ۴/۱۲تا۱۴

اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے نصف ہے اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے (لیکن) ان کی وصیت پوری کرنے کے بعد جو وہ کر (گئی) ہوں یا قرض (ادا کرنے) کے بعد اور اگر تمہارے کوئی بھی اولاد نہ ہو تو (تمہاری) بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے۔ پھر اگر تمہارے کوئی اولاد ہو تو (اس صورت میں) ان کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں (حصہ) ہے (مگر) وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو یا قرض (ادا کرنے) کے بعد۔ اور اگر کوئی مرد یا عورت کہ جس کا وارث ہو سکتے ہوں کلالہ (جس کے نہ فروع ہوں یعنی کوئی اولاد نہ ہو نہ اصول ہوں یعنی باپ دادا وغیرہ) ہو اور اس (میت) کے کوئی بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (حصہ) ہے پھر اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو پھر ایک تہائی (حصہ) میں سب شریک ہیں (مگر یہ تقسیم ادائے) قرض اور وصیت پوری کرنے کے بعد کی جائے جو بغیر اس کے کہ کسی کو نقصان دیا جائے (یہ) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا (اور) بردبار ہے * یہ اللہ تعالیٰ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا مانے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے * اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو وہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ (۴/ ۱۲ تا ۱۴)

۱۲ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو! تمہاری عورتیں جو چھوڑ (کر) مریں تو اس میں سے آدھوں آدھ (نصف) تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا وصیت اور قرض کے بعد ترتیب

اس طرح ہے پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے پھر ورثہ تقسیم ہو۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹوں کے ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا پھر عورتوں کا حصہ بتایا کہ انہیں یا چوتھائی ملے گا یا آٹھواں حصہ۔ چوتھائی تو اس حالت میں کہ فوت ہونے والے خاوند کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ اس حالت میں کہ اولاد ہو۔ اس چوتھائی یا آٹھویں حصے میں مرنے والے کی سب بیویاں شامل ہیں چار ہوں تو ان میں یہ حصہ برابر تقسیم ہو جائے گا تین یا دو ہوں تب بھی۔ اور اگر ایک ہو تو اسی کا یہ حصہ ہے ✱

کلالہ مشتق ہے اکلیل سے۔ اکلیل کہتے ہیں اس تاج کو جو سر کو ہر طرف سے گھیر لے یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے وارث ارد گرد کے حاشیہ کے لوگ ہیں۔ اصل یا فرع نہیں یعنی جڑ یا شاخ نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کلالہ کے معنی پوچھے گئے تو آپ فرماتے ہیں..... جس کا لڑکا ہو نہ باپ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس سے موافقت کی (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سب سے آخری زمانہ حضرت کا پانے والا میں ہوں میں نے آپ کو فرماتے سنا بات وہی ہے جو میں نے کہی ٹھیک اور درست ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو نہ والدہ۔ حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین شعبی، نخعی، حسن، قتادہ، جابر، بن زید، حکم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔

اگر کوئی مرد یا عورت کلالہ ہو کر مرے کہ نہ اس کے اولاد ہو اور نہ ماں باپ دادا وغیرہ ہوں مگر اس کے ماں شریکی بھائی بہن ہوں تو اس کی میراث یوں تقسیم ہوگی کہ اگر ایک اخیافی بھائی یا بہن ہے تو اسے کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہیں خواہ سب اخیافی بہنیں ہوں یا صرف بھائی یا بھائی بہن دونوں تو ان سب کو کل مال کا تہائی ملے گا مگر یہ اخیافی اولاد اس تہائی میں برابر کے شریک ہوں گے کہ مذکر کو مونث کے برابر ملے گا یہاں لڑکے کا لڑکی سے دو گنا نہ ہوگا باقی مال دوسرے رشتہ داروں چچا تایا وغیرہ کو ملے گا۔ یہ تقسیم بھی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد جاری ہوگی بشرطیکہ وصیت یا قرض ورثاء کو نقصان دہ نہ ہو ناجائز وصیت یا ناجائز قرض کا بالکل اعتبار نہ ہوگا تقسیم میراث کے یہ مسائل رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں جن پر عمل کرنے کا تاکیدی حکم ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو جو دیا ہے وہ اپنے کمال علم سے دیا کہ وہ علیم ہے۔ اگر کوئی شخص میراث میں کمی بیشی کرے گا اور اس پر فوراً عذاب نہ آئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حلیم ہے مجرم پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔ لہٰذا اس مہلت سے دھوکہ نہ کھاؤ (اشرف التفاسیر)

۱۳۔ یہ جو احکام میراث کے اور یتیموں کے متعلق مذکور ہوئے اللہ کے مقرر کئے حکم ہیں جو اس نے بندوں کے واسطے مقرر فرمائے کہ وہ ان پر عمل کریں اور کمی بیشی نہ کریں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم کو مانتا ہے اس کو وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے پانی کی نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے (جلالین)

۱۴— اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے * کیونکہ کل حدود سے تجاوز کرنے والا کافر ہے اس لئے کہ مومن کیسا ہی گنہگار ہو ایمان کی حد سے تو نہ گزرے گا۔ (کنزالایمان)

خلاصہ: متوفیہ بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو نہ لڑکی نہ لڑکا نہ تم سے اور نہ کسی دوسرے خاوند سے۔ اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا اور بقیہ نصف دوسرے وارثوں میں حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگا ● اس کی کوئی اولاد ہو تو اس صورت میں چوتھائی خاوند کو ملے گی اور بقیہ دوسرے وارثوں کو ● خاوند کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) خاوند کی کوئی اولاد نہ ہو نہ لڑکا نہ لڑکی نہ موجودہ بیوی سے نہ کسی دوسری بیوی سے تو چوتھائی بیوی کو ملے گا خواہ ایک ہو یا زیادہ اور اگر خاوند کی اولاد ہو (بہ تفصیل سابق) تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا ● کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کی اولاد نہ ہو اور نہ اس کے والدین زندہ ہوں۔ اگر اس کے وارث عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں تو ان کا ذکر آئے گا اور اگر اس کے اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے سگے) بھائی بہن ہوں تو ان کا حکم یہاں ذکر فرمایا۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو ایک بھائی یا ایک بہن وارث ہو گی تو اس صورت میں اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر وہ ایک سے زائد ہوں تو سب کو تہائی حصہ ملے گا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا ● شریعت اسلامیہ کا یہ حکم ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جائے بعد ازاں اس کی وصیت پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد بقیہ ترکہ حسب احکام قرآنی وارثوں میں تقسیم کیا جائے قرض کی ادائیگی کا مقدم ہونا تو عین انصاف ہے وصیت کے بارے میں شریعت نے چند ایک قیود عائد کی ہیں اور اسلام سے پہلے وصیت کے بارے میں جو طریقہ رائج تھا اس میں اصلاح کر دی تاکہ اس طریقہ میں جو بے راہ روی رونما ہو چکی تھی اس کا سد باب کر دیا جائے اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ مرنے والا اپنی جائیداد کی ایسے لوگوں کے نام وصیت کر جاتا جن سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا تھا اور اپنی اولاد کو محروم کر دیتا اور اس فعل کو شرافت و سخاوت کا کمال شمار کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے راہ روی کے انسداد کے لئے احکام وراثت نازل فرمائے اور تمام رشتہ داروں کے حصے مقرر کر دیے اور ان میں رد و بدل اور کمی و بیشی کرنے سے صاف الفاظ میں منع فرمایا لیکن بسا اوقات کوئی اجنبی یا غیر وارث رشتہ دار وارثوں سے کہیں زیادہ کسی کی خدمت کرتا ہے اور وہ شخص اس کو معاوضہ دینا چاہتا ہے یا کسی کار خیر میں حصہ لینا چاہتا ہے تو اس سے بھی محروم نہیں کیا گیا بلکہ جائیداد کے $\frac{1}{3}$ حصہ میں اسے وصیت کرنے کا حق دیا۔ قرآن حکیم نے وصیت کے لئے "غیر مضار" کی قید لگائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد $\frac{1}{3}$ مقرر فرمائی اور وصیت کی اجازت صرف ان لوگوں کے لئے دی گئی ہے جو وارث نہیں ہیں کیونکہ اگر وارث کے لئے بھی وصیت جائز رکھی جاتی تو پھر قواعد میراث بالکل معطل ہو کر رہ جاتے اسی لئے حضور

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حصہ عطا فرما دیا ہے اس لئے اب کسی
وارث کے لئے وصیت کی اجازت نہیں" (ضیاء) ● یہ یتیموں اور وصیتوں اور میراثوں کے تمام احکام
اللہ کے قائم کئے ہوئے ضوابط ہیں ان کی حدود سے تجاوز کرنا جائز نہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی
پوری اطاعت کرے گا اللہ اس کو ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان
ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا (یعنی
حکم کا انکار کرے گا) اور اس کے ضابطوں سے ہٹ جائے گا وہ اس کو آگ میں لے جائے گا جس میں وہ
ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت آمیز عذاب ہوگا ● یتیموں، وصیتوں اور ترکہ کے باب میں اللہ تعالیٰ کے
مقرر کردہ ضابطوں سے تجاوز کرنا یا ان کی پابندی نہ کرنا گویا خود اپنے آپ کو عدالت خداوندی میں مجرم
بنالینا ہے ● اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کامل شرط ہے فوز عظیم یعنی کامیابی کے لئے۔ اللہ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی اس قانون کی پابندی ہے جو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ اور
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ
لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى
اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ
اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ (۴/ ۱۵ تا ۱۸)

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو، اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راستہ نکالے * تم میں سے جو دو افراد ایسا کام کریں انھیں ایذا دو، اگر وہ توبہ اور اصلاح کریں تو ان سے منہ پھیر لو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے * اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور حکمت والا ہے * ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مر جائیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۴/ ۱۵ تا ۱۸)

۱۵۔ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے گھر ہی میں قید کر دیا جائے یہ ہمیشہ کے لئے قید ہو یعنی موت سے پہلے اسے نہ چھوڑا جائے۔ اس کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکال دے پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ ناسخ ٹھہری اور یہ حکم ہٹ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب تک سورہ نور کی آیت نہ اتری زناکار عورت کا یہی حکم رہا پھر اس آیت میں شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار کر مار ڈالنے اور بے شادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم اترا۔ حضرت عکرمہؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت حسنؒ حضرت عطا خراسانیؒ حضرت ابو صالحؒ حضرت قتادہؒ حضرت زید بن اسلمؒ حضرت ضحاکؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے حضرت بن صامت فرماتے ہیں کہ خالق کائنات نے اللہ جل جلالہ
جب جان یہاں آجائے جب بھی توبہ کرے تو مقبول ہے (اشرف التفاسیر، تدبر القرآن، روح المعانی)

نے ایک دن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی جب وہ ہٹ گئی تو آپ نے فرمایا میری یہ بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا ہے اگر شادی شدہ عورت اور شادی شدہ مرد ہو تو ایک سو کوڑے پھر پتھروں سے مار ڈالنا۔ اور غیر شادی شدہ ہوں تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی وغیرہ (مسلم وغیرہ) ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث الفاظ کے جزوی اختلاف کے ساتھ موجود ہے طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ نساء کے اترنے کے بعد اب روک رکھنے کا حکم نہیں رہا۔ امام احمدؒ کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہی ہے کہ زانی شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور رجم بھی کیا جائے گا اور جمہور کہتے ہیں کہ کوڑے نہیں لگیں گے صرف رجم کیا جائے گا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ اور غامدیہ عورت کو رجم کیا لیکن کوڑے نہیں مارے اسی طرح دو یہودیوں کو بھی آپ نے رجم کا حکم دیا اور رجم سے پہلے انہیں بھی کوڑے نہیں لگوائے پس جمہور کے اس قول کے مطابق معلوم ہوا کہ انہیں کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے ضروری نہیں واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیرؒ)

16۔ اور جو تم میں سے دو مرد زنا یا لواطت کریں تو ان کو برا بھلا کہو جوتے مارو پھر اگر وہ اس حرکت سے توبہ کریں اور اچھے عمل کریں تو ان سے اعراض کرو ان کو تکلیف نہ دو بے شک جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس پر رحمت فرماتا ہے (یہ حکم بھی منسوخ ہے جب کہ فاحشہ سے مراد زنا ہو کیوں کہ زنا کی حد مقرر ہو گئی اور جو لواطت مراد ہو تو امام) شافعی کے نزدیک جب بھی یہ حکم منسوخ ہے کیوں کہ ان کے نزدیک لواطت میں بھی حد ہے کہ مفعول پر رجم نہیں صرف کوڑے اور جلاوطن کرنا ہے (جلالین)

17۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرما لیا ہے کہ جو لوگ نادانی وحماقت سے گناہ کریں پھر عنقریب یعنی موت سے پہلے جلد توبہ کریں۔ ان کی توبہ ضرور قبول فرمالی جائے گی اور جو لوگ بھی اس قانون کے ماتحت توبہ کریں گے رب تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اس قانون توبہ میں بڑی حکمتیں ہیں رب تعالیٰ جانتا ہے کہ بندے گناہ کریں گے اگر توبہ کا قانون نہ ہو تو ان کی بخشش کی کوئی راہ نہ رہتی اس لئے اس نے توبہ کا سلسلہ رکھا رب تعالیٰ علیم بھی ہے اور حکمت والا بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ کے آخر میں فرمایا "جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرلے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے" پھر فرمایا جو موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے" پھر فرمایا مہینہ بھی بہت ہے جو موت سے ایک دن پہلے توبہ کرے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے" پھر فرمایا دن بھی بہت ہے جو موت سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے رب تعالیٰ قبول کرے گا" پھر فرمایا "گھڑی بھی بہت ہے یہ فرما کر اپنے دست مبارک سے حلق شریف کی طرف اشارہ کیا اور جب جان یہاں آجائے جب بھی توبہ کرے تو قبول ہے (اشرف التفاسیر بحوالہ روح المعانی)

۱۸۔ اور توبہ قبول ان لوگوں کی نہیں ہے جو بدیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب موت سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب میں نے توبہ کی۔ یعنی جان کنی کی حالت ہوتی اور عذاب کے فرشتے دکھنے لگے اور روح کی روانگی ہونے لگی تو اس وقت کافر کا ایمان اور (مؤمن) گنہگار کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالت کفر میں مرجاتیں یعنی اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا اور نہ ان کے عذاب سے رجوع کرے گا یا یہ مطلب کہ آخرت میں جب وہ توبہ کریں گے اور کہیں گے اے ہمارے مالک ہم نے عذاب کو دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو دنیا میں دوبارہ لوٹا دے اگر تو دوبارہ دنیا میں لوٹادے گا تو ہم اچھے عمل کریں گے یقیناً ہم ایمان دار ہو گئے" تو اس وقت ان کی توبہ قبول نہ ہوگی یا یہ مطلب ہے کہ اگر بعض گناہوں سے توبہ کرلی ہو مگر خاتمہ کفر پر ہوا ہو تو ان کی توبہ کا کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ کفر اور معاصی دونوں کا عذاب ان کو ہوگا۔ (تفسیر مظہری)

خلاصہ: الفاحشۃ فاحشۃ قولی و فعلی ہر بری برائی کے لئے عام ہے کنایہ زنا سے کیونکہ یہاں یہی مراد لی گئی ہے * کیونکہ یہ قوت شہوانیہ کا نتیجہ ہے جو بنیادی بات ہے جمہور کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جو عورتیں زنا کریں اور چار گواہ ان پر چشم دید گواہی دیدیں تو ان کو گھر میں یہاں تک مقید رکھیں کہ ان کا حکم نازل ہو جائے۔ یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی طریقہ خلاصی کا نکالے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب کسی عورت پر زنا کی شہادت گزر جاتی تھی تو اس کو گھر میں مقید رکھتے تھے اس بات کے انتظار میں کہ اللہ تعالیٰ جو حکم اس کے حق میں نازل ہو اس پر عمل کیا جائے چنانچہ پھر چند عرصہ بعد سورہ نور میں حکم نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمادی۔ کہ اگر کنوارا یا کنواری ایسا فعل کرے تو اس پر سو درے مارنے چاہییں اور کبھی اس کی سات برس تک جلا وطنی بھی کی گئی ہے اور جو بیاہا ہوا مرد یا عورت جس کو محصن یا محصنہ کہتے ہیں ایسا کرے تو اس کو سنگسار کرنا چاہیے۔ (فتح المنان) نصاب شہادت اس معاملہ میں دو گنا ہے یعنی مسلمان مرد یا عورت کی حرمت کا سوال ہے گواہوں کی تعداد دو کے بجائے چار ہو یہ چاروں مسلم ہوں آزاد، عاقل و بالغ ہوں چشم دید گواہی دیں سماعی یا قیاسی شہادت نہ ہو * بعض اکابر نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس معاملہ میں چونکہ دو افراد ملوث ہوتے ہیں مرد اور عورت تو گویا کہ یہ ایک ہی معاملہ تقدیراً دو معاملوں کے حکم میں ہے اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہوتے ● حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں کہ "میرے نزدیک وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا کا مصداق وہ لوگ ہیں جو غیر فطری طریقہ پر قضاء شہوت کرتے ہیں" * اس کی متعدد تفسیریں ہیں ان کے منجملہ یہ کہ تم میں سے اگر دو مرد آپس میں بے حیائی یعنی لواطت کر بیٹھیں تو انہیں زبانی و بدنی ایذا و تکلیف دو کہ انہیں زبان سے بھی برا بھلا کہو اور خوب مارو پیٹو۔ لیکن اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنے کو درست کرلیں تو ان سے درگزر کرو کہ

پھر فرمایا بطور ہدایت اگر وہ اصلاح کر لیں تو ان کو چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہے توبہ قبول کرنے والا ہے (النساء)* ایذاء
کی شرح میں کوئی حد مقرر نہیں ہے مقدار اور کیفیت ایذاء امام (حاکم) کی تجویز پر موقوف ہے۔ امام ابو حنیفہ کا
یہی قول ہے امام جیسا مناسب سمجھے دونوں کو تعزیر کرے مار پیٹ سزا دینے کے بعد بھی اگر باز نہ آئیں
تو امام دونوں کو قتل کرا سکتا ہے اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی کوئی تفریق نہیں ہے سیاست کا جیسا تقاضا
ہو ویسا کیا جائے۔ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک حد مقرر نہیں بلکہ تعزیر کی جائے اور مردود کی
قید لگا دی گئی ہے اور اگر کوئی لواطت کا عادی ہو تو امام اس کو قتل کرا دے (مظہری) ● آیت ۱۷ میں اسی طرف
اشارہ کر دیا کہ توبہ انہی لوگوں کی توبہ ہے جو گناہ پر مصر نہ ہوں اور جن کا ضمیر گناہ کے بعد پشیمانی محسوس کرتا ہو
قرآن مجید میں لفظ بِجَهَالَةٍ وارد ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تفسیر اس آیت کی بیان
فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "جہالت" سے اس جگہ یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو گناہ کے گناہ ہونے کی خبر نہ ہو
یا گناہ کا قصد و ارادہ نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کو گناہ کے انجام بد اور اخروی عذاب سے غفلت
اس گناہ پر اقدام کا سبب ہو گئی اگرچہ گناہ کو گناہ جانتا ہو اور اس کا قصد و ارادہ بھی کیا ہو۔ اس
فعل کے انجام سے غفلت کے سبب ان کو جاہل کہا گیا۔* صحابہ و تابعین اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ
جو شخص قصداً کسی گناہ کا مرتکب ہو اس کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے (بحر محیط) ● یعنی جو لوگ انجام سے
بے خبر اور خوف الٰہی سے بے فکر ہو کر روز و شب گناہوں میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ موت کا
فرشتہ ان کا گلا دبوچ لیتا ہے اور زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت ان کی آنکھیں
کھلتی ہیں اور توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں اس کو توبۃ الیأس کہتے ہیں یعنی مایوسی کی توبہ اور ایسی توبہ
قبول نہیں ہوتی نیز وہ بدبخت جو کفر پر مرتا ہے ان دونوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا
بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝
وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا
شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ
اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ ۴/۱۹تا۲۱

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا ان میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے* اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے* اور کیونکر اسے واپس لوگے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔ (۴/۱۹تا۲۱)

۱۹۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کے وارث اس کی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے تھے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دیدیتے اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے عورت والوں سے زیادہ حقدار اس عورت کے یہی گنے جاتے تھے جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دستبردار ہوجائے یا یونہی بیٹھی رہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ کوئی آکر اس عورت کا خاوند مرتے ہی اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا اور روایت میں ہے کہ یہ کپڑا ڈالنے والا اسے حسین پاتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا اگر یہ بدصورت ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا یہاں تک کہ مرجائے پھر اس کے مال کا یہ وارث بنتا یہ بھی روایت ہے کہ مرنے والے کا کوئی دوست کپڑا ڈال دیتا پھر اگر وہ عورت کچھ فدیہ اور بدلہ دیدیتی تو وہ اسے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ورنہ یونہی مرجاتی۔ حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں اہل مدینہ کا یہ دستور تھا کہ وارث اس عورت کا بھی وارث بن جاتا تھا یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بری بری طرح پیش آتے تھے یہاں تک کہ طلاق دیتے وقت بھی شرط کر لیتے تھے کہ جہاں میں چاہوں تیرا نکاح ہو اس طرح کی قید وبند سے آزادی کی پھر یہ صورت ہوتی تھی کہ وہ عورت کچھ دے دلائے پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا* حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچہ کی امید (غالباً یہ مطلب ہے کہ کسی کمسن بچہ کے متعلق کہہ دیتے کہ یہ

جب جوان ہوتا تو اس سے تیرا نکاح ہو جاتا۔ وہ غریب سالہا سال اسی انتظار میں بیٹھی رہتی) اپنے لگا دیتے تھے * حضرت مجاہد فرماتے ہیں جو یتیم بچی ان کی ولایت میں ہوتی اسے یہ روکے رکھتے اس امید پر کہ جب ہماری بیوی مر جائے گی ہم اس سے نکاح کریں گے یا اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کرا دیں گے۔ ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان تمام صورتوں کی ممانعت اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کر دی اور عورتوں کی جان اس مصیبت سے چھڑا دی واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیر)

اور اپنے رشتہ داروں کی عورتوں کو جو بیوہ ہوں نکاح کرنے سے نہ روکو جہاں وہ چاہیں نکاح کر لیں جب تم کو ان کی خواہش نہیں اور نکاح کرنا نہیں چاہتے تو دوسری جگہ نکاح کرنے سے ان کو کیوں روکتے ہو اور ان کو نقصان پہنچاتے ہو تاکہ اس دباؤ میں ان سے مہر لے لو جو ان کو ان کے خاوندوں سے ملا ہو اور خاوندوں کو یہ حکم ہے کہ اپنی بیویوں کو جن کی تم کو خواہش اور رغبت نہیں طلاق بھی نہیں دیتے تاکہ وہ اور جگہ اپنا نکاح کر لیں اس طمع میں طلاق نہیں دیتے کہ ان سے مہر لے لو جو تم نے ان کو دیا ہے جب وہ مہر دیدیں اس وقت طلاق دو۔ سوا ایسا نہ کرو مگر جب کہ ان سے کوئی حرکت زنا کی یا بدزبانی نافرمانی کی سرزد ہو جائے اس وقت مضائقہ نہیں کہ ان کو ... اس پر مجبور کرو کہ وہ مہر دے کر طلاق لے لیں (جلالین)

بیویوں کے ساتھ عمدہ طور پر انصاف اور محبت سے گزران کیا کرو اور جو اس کی صورت و شکل یا کسی بات سے نفرت ہو تو اس نفرت کو دل ہی میں دبا دے کر خانہ بربادی نہ کرو۔ انجام ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے شاید اس نفرت اور مکروہ صورت میں تمہارے لئے کوئی عمدہ فائدہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے صالح اولاد پیدا کر دے یا اس کے حسن سلوک خانہ داری کی بابت میں عمدہ ہوں اور خیرخواہی اور معیشت میں آسانی کا باعث ہوں تو بیوی جس کو تم ناپسند کر رہے ہو اس میں کیا کیا حسن نکلیں (تفسیر حقانی)

۲۰۔ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو یعنی بغیر نافرمانی کرنے اور مرتکب زنا ہونے کے اگر کسی بیوی کو طلاق دے کر تم دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہو۔ اور بیویوں میں سے کسی بیوی کے مہر میں تم نے ڈھیروں مال دیا ہو تو نہ لو تم اپنے مال میں سے کچھ۔ کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کر کے لوگے * جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیادہ مہر مقرر کرنے کی ممانعت کی تو ایک عورت نے اسی آیت سے کثرت مہر کے جواز پر استدلال کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی دلیل کو سن کر فرمایا "عمرؓ سے ہر شخص دین سمجھ زیادہ رکھتا ہے یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی (حضرت عبد الرحمن سلمی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عورتوں کے مہر بیش از بیش نہ کیا کرو ایک عورت نے عرض کیا اے عمرؓ! آپ کو یہ حکم دینے کا حق نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واٰتيتم احداهن قنطارا ... حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک عورت مناظرہ میں عمرؓ پر غالب آ گئی بکر بن عبداللہ مزنی کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم کو مہر کی کثرت سے منع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن قرآن مجید کی آیت واٰتيتم احداهن قنطارا میرے سامنے

آتی۔ ... حضرت عمرؓ نے کثرت مہر کی ممانعت تحریمی نہیں کی استحبابی ممانعت فرمائی تھی اور تحریمی نہی سے رجوع
کیا تھا) اجماعاً مستحب یہ ہے کہ مہر میں زیادتی نہ کی جائے۔ ... میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الاداء)
نے اپنی کسی بی بی سے یا کسی بیٹی کا بارہ ۱۲ اوقیہ سے زائد مہر پر نکاح کیا ہو۔ رواہ احمد واصحاب السنن الاربعہ
خطابی نے اور ابن حبان نے صحیح میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا
بہترین عورت وہ ہے جس کا مہر سب سے زیادہ سہل (الاداء) ہو۔ ابن حبان نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بی بی کے امور (نفقات وغیرہ) کا آسان ہونا
اور مہر کا کم ہونا اس کی برکت ہے۔ احمد اور بیہقی کی روایت میں ہے سب سے بڑی برکت والی عورت ہے
جس کا مہر سب سے آسان (یعنی کم) ہو۔ (تفسیر مظہری)

۲۱۔ بہت تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خلوت کر چکے تنہائی میں رہ چکے
جس سے مہر کی تاکید ہو جاتی ہے نیز وہ عورتیں تم سے اچھے برتاؤ کا مضبوط عہد لے چکیں۔ اللہ رسول کو ضامن
دے کر تم ان سے بہت کچھ وعدے کر چکے، پھر بھی تم ان سے بے وفائی کر کے انہیں دیا ہوا مال چھینتے
ہو۔ ایسا ہرگز نہ کرو ورنہ تم سخت مجرم ہو گے جس کی دنیا میں بھی سزا پاؤ گے اور آخرت میں بھی
پاداش بھگتو گے۔ (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: ایام جاہلیت میں عرب طرح طرح سے عورتوں کو تکلیف دیتے تھے جس سے ان آیات میں منع فرمایا گیا ہے۔
عرب میں پہلے دستور تھا کہ جب کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرتا تھا تو اس کا بیٹا جو دوسری بیوی سے ہوتا یا کوئی
اور وارث آ کر اس بیوہ پر کپڑا ڈال دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جس طرح میں میت کے مال کا وارث ہوں
اسی طرح اس کی بیوی کا بھی۔ اس کے بعد یا تو بغیر مہر خود نکاح کر لیتا تھا یا اور سے نکاح کر کے اس کا مہر
آپ لے لیتا تھا۔ یہ بات عورت پر اس کی خود مختاری کے لحاظ سے نہایت شاق تھی اس لئے اس کو حرام
فرمایا۔ اور یہ بھی ہوتا تھا کہ بیوہ مالدار کو نکاح سے منع کر دیتے تھے جب وہ مر گئی تو ان کے آپ
زر و دولت وارث بن جاتے تھے سو یہ بھی آیت نے حرام کیا ہے۔ * عرب میں یہ بھی خراب دستور تھا کہ جب کسی عورت
شکوہ سے دل نفرت کر جاتا تھا اور اس کو مہر دے چکتے تھے تو اس سے نہایت بدخلقی سے پیش آتے تھے
تاکہ یہ تنگ آ کر مہر واپس دے کر خود طلاق طلب کرے سو اس کو اس آیت میں منع فرمایا کہ اس لئے
ان کو مجبور کر کے اکتوا کر جو کچھ ان کو مہر دیا ہے واپس لو۔ اور بعض طلاق دے کر بھی روک رکھتے تھے
اور نکاح نہ کرنے دیتے تھے مہر واپس لینے کے لئے سو یہ بھی منع ہے۔ فرمایا ایسا فعل جب معاف کرنا
نہیں کہ عورت کا قصور ہو۔ نہ کہ عام خانہ داری کا قصور بلکہ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی جب اس سے
زنا جائز گواہوں سے ثابت ہو جائے تب اس کو چھوڑ کر کے مہر واپس لینا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسے وقت

* ([illegible])

آگئی، یہ دونوں حدیثیں کہ کثرت مہر کی ممانعت سے حضرت عمرؓ نے رجوع کر لیا تھا ... صحیح ہیں۔ اور حضرت عمرؓ
نے کثرت مہر کی ممانعت تحریمی نہیں کی، استحبابی ممانعت فرمائی تھی اور تحریمی نہی سے رجوع کیا تھا۔) اجماعاً
مستحب ہے کہ مہر میں زیادتی نہ کی جائے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا خبردار، عورتوں کے مہر میں کثرت نہ کرنا
اگر مہر کی کثرت دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے
اس کے مستحق تھے، میں نہیں جانتا کہ

* پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے اور اچھی معاشرت

سے اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نرم بات کہو نیک سلوک کرو اپنی حالت میں اپنی طاقت کے مطابق اچھی رکھو جیسے تمہارے حقوق ان پر ہیں ویسے ان کے حقوق بھی تم پر ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کیلئے تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہو ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت لطف و خوشی سے محبت نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے انہیں خوش رکھتے تھے ایسی خوش طبعی کی باتیں بیان فرماتے جن سے وہ ہنس دیتیں ۔ کشادہ دلی کے ساتھ ان پر خرچ فرماتے تھے ۔ لہذا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ راضی خوشی محبت و پیار سے رہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے اچھائی میرے محبوب نبی کی پیروی میں ہے * پھر فرمایا ہے کہ باوجود دل نہ چاہنے کے بھی عورتوں سے اچھی بودوباش رکھنے میں عین ممکن ہے کہ رشتہ کی محبت بڑھ جائے یا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے ممکن ہے نیک اولاد ہو جائے اور اس سے اللہ تعالیٰ خیر نصیب فرمائے صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مرد مومنہ عورت کو الگ نہ کرے اگر اس کی ایک آدھ بات سے ناراض ہو گا تو ایک آدھ خصلت اچھی بھی ہو گی (بحوالہ ابن کثیر) * پھر ذکر فرمایا گیا کہ اگر عورت کی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے طلاق ناگزیر ہو گئی ہو تو خاوند کو اپنا مہر واپس لینے کا حق ہے لیکن اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو اور پھر بھی تم اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہو تو تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ جو تم پہلے خوشی سے عورت کو دے چکے ہو خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو واپس لو ۔ امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی آدمی دوسری شادی کرنا چاہتا تو وہ پہلی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا اس طرح اس کو مجبور کر دیتا کہ وہ اس کو مال دے کر طلاق حاصل کرے اس سے بھی مسلمانوں کو روکا گیا ہے (ضیاء) * اب تم اپنا مال ان سے کیسے واپس لے سکتے ہو جب کہ صرف عقد نکاح ہی نہیں بلکہ خلوت صحیحہ اور ایک دوسرے سے بے حجابانہ ملنا بھی ہو چکا ہے ۔ پختہ اور مضبوط عہد سے مراد عقد نکاح ہے ۔ اس ازدواجی عہد و میثاق اور باہم بے حجابانہ ملنے کے بعد دیا ہوا مال واپس کرنے کے لئے عورت کو مجبور کرنا کھلا ہوا ظلم و جور ہے مسلمانوں کو اس سے اجتناب لازم ہے * "یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ خلوت صحیحہ سے مہر موکد ہو جاتا ہے ۔" (مدارک النسفی)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ۴/۲۲، ۲۳

اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے) بے شک یہ فعل بہت بے حیائی اور نفرت کا فعل تھا اور بہت برا طریقہ تھا ★ حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری بہنیں رضاعت سے اور مائیں تمہاری بیویوں کی اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری گودوں میں (پرورش پا رہی) ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے صحبت نہ کی ہو ان بیویوں سے تو کوئی حرج نہیں تم پر (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) اور (حرام کی گئیں) بیویاں تمہارے ان بیٹوں کی جو تمہاری پشتوں سے ہیں اور (یہ بھی حرام ہے) کہ جمع کرو تم دو بہنوں کو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے) یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (۴/۲۲، ۲۳)

۲۲۔ اللہ تعالیٰ سوتیلی ماؤں کی حرمت بیان فرماتا ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ باپ نے کسی عورت سے صرف نکاح کیا ابھی وہ رخصت ہو کر بھی نہیں آئی، جو طلاق ہو گئی یا باپ مر گیا وغیرہ تو بھی وہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے اس پر اجماع ہے۔ حضرت ابو قیس جو بڑے بزرگ اور نیک انصاری صحابی تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے قیس نے ان کی بیوی سے رشتہ کرنا چاہا جو ان کی سوتیلی ماں تھیں اس پر اس بی بی صاحبہ نے فرمایا بے شک تو اپنی قوم میں نیک ہے لیکن میں تجھے اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں۔ خیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی ہوں۔ یہاں آئیں اور حضور علیہ السلام سے ساری کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ پھر یہ آیت اتری کہ جس سے باپ نے نکاح کیا اس سے بیٹے کا نکاح حرام ہے۔ ایسے واقعات اور بھی اس وقت موجود تھے جنہیں اس ارادہ سے باز رکھا گیا ایک تو یہی ابو قیسؓ والا واقعہ۔ ان بی بی صاحبہ کا نام ام عبید اللہ ضمرہ تھا دوسرا واقعہ خلف کا تھا ان کے گھر میں ابو طلحہ کی صاحبزادی تھیں اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے صفوان نے اسے اپنے نکاح میں لانا چاہا تھا ★ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جن جن رشتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سب کو جاہلیت

والے بھی حرام ہی جانتے تھے سوائے اپنی سوتیلی اور دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان دونوں رشتوں کو بھی حرام ٹھہرا دیا۔ حضرت عطاؒ حضرت قتادہؒ بھی یہی فرماتے ہیں ہر صورت یہ رشتہ اس امت والوں پر حرام ہے اور نہایت قبیح امر ہے فرمایا یہ نہایت فحش اور برا کام ہے بغض کا سبب اور برا راستہ ہے اور جگہ فرمان ہے "ولا تقربوا الفواحش" یعنی کسی برائی بے حیائی اور فحش کام کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ بالکل ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ان سے نکاح نہ کرو مگر جو اس ممانعت سے پہلے تم سے کوئی ایسی حرکت ہو چکی وہ معاف ہے بے شک باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا بےحیائی کی بات اور موجب غضب الٰہی ہے اور بری رسم ہے (تفسیر عثمانی)

پہلے فرمایا تھا کہ عورتوں کے زبردستی سے وارث نہ ہو جایا کرو جس کے متعدد طریق تھے ان میں سے ایک کو اور بھی صراحتاً منع فرمایا ہے کہ جس میں سخت بے حیائی ہے وہ یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو گھر میں ڈال لیا کرتا تھا سو اس سے اللہ تعالیٰ نے ولا تنکحوا فرما کر منع کر دیا اور فرمایا الا ما قد سلف کہ جو ایام جاہلیت میں ہو چکا سو ہو چکا * نکاح کے معنی لغت میں عورت سے صحبت کرنے کے ہیں اور اس کا اطلاق ایجاب و قبول شرعی پر بھی ہوتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

سو سو "تمہاری مائیں تمہارے لئے حرام کر دی گئی ہیں" بطور عموم مجاز ماؤں سے مراد ہیں باپ دادا یا ماں اور نانی نانا کی طرف سے تمام اصولی عورتیں (جیسے ماں، دادی، پڑدادی، نانی، پڑنانی وغیرہ) بعض علماء نے کہا کہ لفظ ام کا لغوی معنی اصل ہے۔ قاموس میں ہے کہ ہر چیز کی ماں اس کی اصل کو کہتے ہیں ام القریٰ مکہ، ام الکتاب سورہ فاتحہ یا لوح محفوظ اس تحقیق پر لفظ امہات باپ اور ماں کی طرف سے تمام جدات کو خواہ کتنی ہی اونچا رشتہ ہو لفظاً باجماع علماء شامل ہے "اور تمہاری بیٹیاں" بنات کا لفظ بلفظ عموم تمام فروع کو شامل ہے پوتیاں اور نواسیاں نیچے تک بالاجماع اس لفظ میں داخل ہیں "اور تمہاری بہنیں" حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی "اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں" لفظ عمات کے اندر باپ کی حقیقی اور علاتی اور اخیافی بہنیں داخل ہیں اسی طرح خالات کے اندر ماں کی حقیقی اور علاتی اور اخیافی بہنیں مندرج ہیں یہ فیصلہ اجماعی ہے۔ انہی کے ذیل میں باجماع علماء باپ اور ماں کی پھوپھیاں اور خالائیں اور دادا دادی نانا نانی کی پھوپھیاں اور خالائیں اور اسی طرح تمام ذکور و اناث اصول کی پھوپھیاں اور خالائیں داخل ہیں گویا بطور عموم مجاز اصول بعیدہ کی تمام فروع قریبہ کو حکم حرمت شامل ہے لیکن اصول بعیدہ کی فروع بعیدہ بالاجماع جائز ہیں جیسے چچا پھوپھی یا خالہ یا ماموں کی بیٹیاں۔

"اور بھائی بہن کی بیٹیاں" یعنی بھائی بہن کی تمام فروع لڑکیاں پوتیاں نواسیاں نیچے تک۔ بھائی بہن کا لفظ عام ہے حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ اللہ تعالیٰ نے نسبی محرمات سات بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہوا کہ چار اصناف کی عورتیں حرام ہیں۔ نکاح کرنے والے کی اصل، نکاح کرنے والے کی فرع، اصل قریب کی فرع خواہ

قریب ہو یا بعید، اصل بعید کی فرع قریب۔ اس سے بھی زیادہ مختصر الفاظ میں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان دو مرد و عورت کا باہم نکاح حرام ہے جن میں باہم رشتہ ولادت ہو یا ایک دوسرے کے باپ یا ماں کی فرع ہو۔
"اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور دودھ شریک بہنیں" باجماع علماء رضاعی پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں بھی حرام ہیں اور نسب کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی ان سے نکاح درست نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رضاعت سے (بھی) وہی حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔ دوسری روایت میں نسب کی جگہ ولادت کا لفظ آیا ہے۔ (بخاری و مسلم) "اور تمہاری عورتوں کی مائیں"۔ یہ لفظ تمام جدات کو شامل ہے تمام دور اور قریب کی دادیاں اور نانیاں اس میں داخل ہیں اور از روئے حدیث بیویوں کی رضاعی مائیں اور نانیاں دادیاں بھی نسبی کے ساتھ شامل ہیں جن عورتوں سے ملکیت یا شبہ ملکیت کی وجہ سے قربت کر لی گئی ہو باجماع علماء ان کی ماؤں کا بھی یہی حکم ہے۔ "اور تمہاری پروردہ لڑکیاں" ربائب، ربیبۃ کی جمع ہے ربیبہ وہ بچہ جو پہلے شوہر کا ہو اور ماں کے ساتھ چلا آئے۔ لفظ ربائب میں بعموم مجاز از روئے قیاس باجماع علماء بیویوں کی تمام پوتیاں اور نواسیاں خواہ قریبی ہوں یا دور کی داخل ہیں۔ اور ان عورتوں کی نسل کو بھی یہ لفظ شامل ہے جن سے ملکیت یا شبہ ملکیت کی وجہ سے قربت کر لی ہو۔ "جو تمہاری گودوں میں (یعنی زیر پرورش) ہوں" بالاجماع یہ شرط احترازی نہیں (کہ اگر ربائب زیر پرورش نہ ہوں تو حلال ہو جائیں) بلکہ عام طور پر چونکہ ایسا ہوتا ہی ہے کہ یتیم لڑکیاں سوتیلے باپوں کی پرورش میں آجاتی ہیں اس لئے اس قید کو ذکر کر دیا گیا۔ "ربائب ان عورتوں کی بیٹیاں ہوں جن سے تم نے قربت کر لی ہو" باجماع علماء قید احترازی ہے (یعنی جن عورتوں سے قربت نہ کی ہو ان کی بیٹیاں حرام نہ ہوں گی) "پھر اگر تم ان کے پاس داخل نہ ہوئے ہو تو ربائب سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں" (ممکن تھا کہ غیر مدخولہ کو مدخولہ پر قیاس کر کے غیر مدخولہ کی بیٹیوں سے بھی نکاح کو حرام سمجھ لیا جاتا اس قیاس کو دفع کرنے کے لئے صراحتاً فرما دیا کہ غیر مدخولہ کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگرچہ بطور اشارہ گزشتہ آیت سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی (لیکن صراحت نہیں تھی اس جگہ صراحت ہے۔

"اور حرام کی گئی ہیں بیویاں تمہارے بیٹوں کی" عموم مجاز کے طور پر لفظ ابناء تمام فروع کو شامل ہے پوتے ہوں کہ نواسے ہوں غرض نیچے تک بیٹوں اور بیٹیوں کے تمام بیٹوں کو شامل ہے۔ "جو تمہاری پشت سے (یعنی نسل سے) ہوں" اس قید سے منہ بولا بیٹا خارج ہو گیا۔ اہل عرب منہ بولے بیٹے کو بھی بیٹا کہتے تھے "اور حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" یعنی نکاح میں جمع کرنا اور ملکیت کی وجہ سے دونوں سے جماع کرنا لیکن دو نسبی بہنیں ہوں۔ (۱) دو رضاعی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت حدیث کی وجہ سے نسبی بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت کی طرح ہے دونوں بہنیں نسبی حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا رضاعی حقیقی یا رضاعی اخیافی۔ لیکن اگر ایک بہن سے زنا کیا ہو تو دوسری سے نکاح کرنا حرام نہیں جیسے ایک بہن کے مرنے کے

بعد یا طلاق دے دینے اور عدت گزر جانے کے بعد دوسری بہن سے نکاح حرام نہیں * حدیث اور اجماع کی وجہ
سے مندرجہ ذیل دو عورتوں کو بھی نکاح میں جمع کرنا درست نہیں۔ پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی کوئی عورت اور
اس کے باپ، ماں کی پھوپھی یا دونوں میں سے کسی کی خالہ یا دادا نانا اور دادی نانی کی پھوپھی خواہ کتنے اوپر کی ہو
اور باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ جمع نہ کیا جائے نہ عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ جمع کیا جائے (متفق علیہ)
"مگر جو گزر چکا" یعنی ممنوعہ عورتوں سے نکاح پر عذاب ہوگا مگر ممانعت کے حکم سے پہلے جو ہو چکا اس پر
عذاب نہ ہوگا۔ یا یہ مطلب کہ جو پہلے گزر چکا اس پر اللہ مواخذہ نہیں کرے گا معاف فرما دے گا۔ بلاشبہ
اللہ غفور و رحیم ہے معاف کر دیتا تھا اور رحم فرماتا تھا۔ قانون خداوندی کو نہ جاننے والے کا عذر مقبول ہو جاتا تھا

خلاصہ: جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ اپنی ماں کے سوا باپ کے بعد اس کی دوسری عورت کو
بیاہ لیا کرتا تھا" وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے" کیونکہ باپ کی بیوی بمنزلہ ماں کے ہے
کیا تھا سے نکاح سے وطی مراد ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کی موطوءہ یعنی جس سے اس نے صحبت
کی ہو خواہ نکاح کر کے یا بطریق زنا یا وہ باندی ہو اس کا مالک ہو کر ان میں سے ہر صورت میں بیٹے
کا اس سے نکاح حرام ہے ● آیت ۲۳ میں چودہ عورتوں کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے ان میں سے سات عورتیں
نسبی رشتہ دار ہیں۔ ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی اور سات عورتیں نسب کے علاوہ
دوسرے سبب سے حرام ہیں چنانچہ دو دودھ کے رشتہ سے رضاعی ماں، رضاعی بہن اور نکاح کے رشتہ سے
یعنی ساس، اور بیوی کی لڑکی، بیٹے کی بیٹی کی حرمت یہاں مذکور ہے اور باپ کی بیوی کی حرمت الگ اوپر
بیان ہو چکی۔ خاوند والی عورتیں، دو بہنوں کا نکاح میں اجتماع ارشاد ہوا۔ تم پر حسب ذیل عورتیں حرام کی گئیں
جن سے تمہارا نکاح نہیں ہو سکتا۔ تمہاری ہر قسم کی مائیں جائز ہوں یا ناجائز بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ دادیاں
نانیاں وغیرہ۔ تمہاری ہر قسم کی بیٹیاں حلال کی ہوں یا حرام کی بلا واسطہ بیٹی ہو یا بالواسطہ پوتیاں نواسیاں وغیرہ
تمہاری ہر قسم کی بہنیں سگی ہوں یا باپ شریکی یا ماں شریکی تمہاری ہر قسم کی پھوپھیاں خواہ باپ کی سگی بہنیں ہوں
یا ماں شریکی یا باپ شریکی تمہاری ہر قسم کی خالائیں خواہ ماں کی سگی بہنیں ہوں یا ماں شریکی یا باپ شریکی نیز یہ پھوپھیاں
خالائیں بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ یعنی دادا دادی نانا نانی کی بہنیں یہ سب حرام ہیں تمہاری بھتیجیاں خواہ سگے بھائی
کی بیٹیاں ہوں یا اخیافی بھائی یا سوتیلے بھائی کی۔ تمہاری بھانجیاں خواہ سگی بہن کی بیٹیاں ہوں یا سوتیلی یا اخیافی
بہن کی اور تمہاری دودھ پلانے والی مائیں یعنی دائیاں جو تم کو ڈھائی سال کی عمر میں دودھ پلا چکی ہیں جن کا دودھ کا قطرہ
بھی تمہارے پیٹ میں کسی طرح پہنچ گیا تم پر حرام ہیں نیز تمہاری دودھ شریک بہنیں خواہ تمہاری سگی ماں کی شیر خوار ہوں یا
دودھ کی ماں کی بیٹی کی ہوں خواہ دودھ کی دودھ کی بیٹی ہوں خواہ تمہارے ساتھ دودھ پیتی ہوں یا تم سے

آگے پیچھے بہرحال تم پر حرام ہیں۔ سسرالی رشتہ سے تم پر تین قسم کی عورتیں حرام ہیں اپنی منکوحہ بیویوں کی
ہر قسم کی مائیں بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ دادی نانی وغیرہ۔ اور تم نے ان بیویوں سے صحبت کی ہو یا
نہ کی ہو اور تمہاری مطلقاً سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں بشرطیکہ تم نے ان کی ماؤں سے
صحبت کر لی ہو اگر صحبت نہیں کی اور وہ تمہارے نکاح سے خارج ہو گئیں کہ قبل از خلوت ان کی
طلاق یا موت واقع ہو گئی تو تم ان لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ہو یہاں لڑکیوں میں بیٹیاں پوتیاں
نواسیاں سب داخل ہیں۔ چوتھی تم پر اپنے صلبی بیٹوں کی حلال عورتیں حرام ہیں خواہ ان کی
بیویاں ہوں خواہ لونڈیاں لیکن جب وہ صحبت کر چکے ہوں منہ بولے بیٹے (لے پالک) کی بیوی حرام نہیں
کہ وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں اور تم پر یہ بھی حرام ہے کہ تم کسی قسم کی دو بہنوں کو خواہ حقیقی ہوں یا علاتی
یا اخیافی نکاح یا صحبت میں جمع کرو کہ نہ تو اکٹھے ساتھ دونوں بہنوں سے نکاح کر سکتے ہو اگر ایسا کیا
تو نکاح نہ ہوگا مگر ہاں جو اس قسم کے نکاح تم اسلام سے پہلے یا اس قانون کے بننے سے پہلے کر چکے
ہو اس کا تم پر گناہ نہیں اللہ تعالیٰ اس قسم کے کاموں پر پکڑ نہیں فرماتا کیونکہ وہ بخشنے والا بھی ہے اور مہربان بھی